

فقہ حنفی و مالکی کے اصول اجتہاد: ایک تحقیقی و تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر ہدایت خان¹

Abstract

In Islamic Jurisprudence there are four schools of thought and each its own principles of interpretation. There is a great need of comparison among the principles of interpretation of these four. Therefore it has been tried to compare between the principles of interpretation of Hanafi and Maliki schools of thought. Islamic Law regulates the affairs of practical life of the people such as virtual laws, family matters, financial matters, judicial proceeding affairs, banking laws, inheritance and criminal law. In this article a detail introduction of both fiqhi scholars Imam Abo Hanifa and Imam Malik and their students, Imam Muhammad Ashaibani, Imam Abo Yusuf and Imam Zufar, Abdullah ibnewahab, Abdur Rahman ibneQasim and ashhab ben Abdul Aziz has been presented, who have contributed in establishing their schools of thought and have written books on it. An valuable discussion has been done on their principles of interpretation. As these two schools of thought have two different origins and places which affected their principles of interpretation. In both schools of thought, Quran and Sunnah are the main and first sources of interpretation but they differ in other sources like Ijma, Qias, Masalih Mursalah, Qoal-e-Sahabi (saying of a Sahabi) companion of Muhammad SAWM, Khabr e wahid, Hadith Mursal, and Istehsan. A comparative study has also been done between these two schools of thought of their interpretation. In the end some valuable results have been deducted after doing comparison between their modes of interpretation.

¹: اسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک لاء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Key Words: *Hanafi, Maliki, Principles, Quran, Sunnah, Ijma'*, Qias, Khabr e Wahid, Hadith Mursal, MasalihMursalah, Istehsan.

فقہ اسلامی پر تاریخی نگاہ ڈالنے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس کے ارتقاء کے بنیادی مراکز دو ہی تھے ایک مرکز حجاز تھا اور دوسرا کوفہ تھا۔ ان دونوں مراکز کے تفصیلی احوال کتب تاریخ میں ملاحظہ کئے جائیں تو یہ بات پوشیدہ نہیں رہتی کہ دونوں مراکز کے احوال و ظروف باہم بہت حد تک مختلف تھے جس کی وجہ سے وہاں کے حالات کے تقاضوں میں بھی تفاوت تھا۔ فقہ کا تعلق چونکہ عملی زندگی کے مسائل کے ساتھ ہے، اس لئے لامحالہ اس کا متاثر ہونا عین قرین قیاس تھا۔ اور اسی وجہ سے ان دو بنیادی فقہی مراکز کا مزاج بھی مختلف ہوا۔

اس مقالہ میں ان دو فقہی مراکز کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے اصول استنباط کو موضوع سخن بناتے ہوئے دونوں کا تقابلی جائزہ بھی لیا گیا، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حالات و ظروف کا اختلاف ان فقہی مکاتب فکر کے مناج اور اصول اجتہاد پر کہاں تک اثر انداز ہوئے۔ مدینہ طیبہ کی فضاء چونکہ سادہ اور دیہاتی رنگ میں رنگی ہوئی تھی، جبکہ اس کے مقابلے میں عراق مختلف النوع رنگ و نسل کے باشندوں کی وجہ سے تمدن و تہذیب کے عروج پہ تھا جو عرصہ دراز سے اسلامی دنیا کے ایک اہم علمی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی مرکز کے طور پر رہا تھا۔ اس لئے وہاں مسائل بھی پیچیدہ اور زیادہ تھے، اسی تناظر میں فقہاء کو اس قسم کے چیلنجز کا سامنا فقہاء کو کرنا پڑ رہا تھا، اور مختلف قسم کے خیالات کے حامل لوگوں کی بھی وہاں کثرت تھی۔

فقہ حنفی کا تعارف

فقہ حنفی کی نسبت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف کی جاتی ہے، جو کوفہ کے رہنے والے تھے، اس فقہ کو فقہ اہل الرائے بھی کہا جاتا ہے، اور کوفہ ہی میں عبداللہ بن مسعود کا حلقہ درس قائم تھا، آپ کے بعد اس مسند پر مختلف فقہاء مسند نشین رہے یہاں تک کہ امام اعظمؒ اس پر جلوہ افروز ہوئے، اور فقہ حنفی کی بنیاد رکھی گئی۔

امام اعظمؑ کا نام نعمان بن ثابت زوطی ہے، آپ کا تعلق خراسان کے علاقے کابل سے تھا، البتہ آپ کی طرف غلامی کی نسبت کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں آپ کو مولیٰ بنو تمیم کہا گیا ہے، جبکہ اسماعیل بن حماد سے مروی ہے کہ آپ کے ابا و اجداد کبھی غلام نہیں رہے۔¹

اس بات پر سب ہی مؤرخین کا تقریباً اتفاق ہے کہ امام اعظمؑ کی تاریخ پیدائش 80 ہجری اور تاریخ وفات 150 ہجری ہے۔²

اسی طرح اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے، کہ آپ کی وفات جیل میں ہوئی۔ البتہ سبب وفات کے متعلق دو اقوال ملتے ہیں: ایک قول کے مطابق آپ کی وفات زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کوڑے مارنے کے نتیجے میں شہید ہوئے۔³

امام اعظمؑ نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے اس پر تمام اہل علم متفق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان کی زیارت یا سماع کیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بہت سارے محدثین اور مؤرخین اس بات کے قائل ہیں کہ آپ نے زیارت کا شرف حاصل کیا ہے، بعض اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آپ نے صحابہ سے روایات بھی اخذ کی ہے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے صرف زیارت کی ہے، تب بھی آپ شرف تابعیت سے مشرف ہیں کیونکہ جمہور محدثین کے ہاں تابعی کے لئے صرف روایت کافی ہے، چنانچہ الصیمری نے انس بن مالک کے علاوہ جن صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے، جن کی روایت امام صاحب کے لئے ثابت ہے، ان میں سے عبداللہ بن الحارث، واسلہ بن الاسقع، عائشہ بنت عمرد، عبداللہ بن ابی اونی، عمرو بن حریث، اور ابوالطفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہم ہیں۔⁴

امام اعظمؑ نے اپنے شیخ حماد بن ابی سلمہ کی صحبت علمی سے ان کی وفات تک استفادہ کیا اور ان کے بعد ان کے مسند علمی کے جانشین قرار پائے۔ اگرچہ ابتداء میں جانشین بننے کے لئے حماد بن

ابی سلمہ کے بیٹے اسماعیل کا نام زیر غور تھا۔ لیکن ان کا ذاتی رجحان چونکہ ادب اور شعر کی طرف تھا، اس لئے امام صاحب اس مسند پر سب سے موزوں شیخ کے طور پر بٹھائے گئے⁵۔ چنانچہ امام اعظمؒ نے اس سلسلے کو بطریق احسن آگے بڑھایا اور فقہ الواقع کے علاوہ فقہ النظری کی بنیاد ڈالی، جو اس امت پر آپ کا بڑا احسان ہے۔

استنباط کا طریقہ کار

امام ابو حنیفہؒ نے فقہی مجلس قائم کی تھی۔ گویا اجتماعی اجتہاد کی داغ بیل ڈالی گئی۔ یہاں فقہی مسائل پر بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا، جس میں تمام علوم و فنون کے ماہر موجود ہوتے تھے اس مجلس میں بحث کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ کوئی ایک مسئلہ مجلس کے سامنے رکھا جاتا تھا اور اس پر سب ارکان مجلس اظہار خیال کرتے تھے یہ علمی مناقشہ کئی دنوں بلکہ مہینوں تک جاری رہتا تھا۔ یہاں کا ماحول شورائی اور جمہوری ہوتا تھا، کسی کو استبداد حاصل نہیں تھی، بالآخر اراکین مجلس کسی ایک نتیجے پر پہنچ ہی جاتے تھے، اور اختلاف کی صورت میں اس کے ساتھ ساتھ اختلافی نوٹ بھی تحریر کئے جاتے تھے۔⁶

آج کے دور میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیانے گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر لی ہے، لوگوں کے ایک دوسرے سے تعلقات اور ایک دوسرے پر انحصار بڑھ گیا ہے اس تناظر میں عہد قدیم سے مسائل کے حل کے لئے امام اعظمؒ نے جو طرح ڈال دیا ہے دور جدید میں مختلف اجتماعی اجتہاد کے اداروں کے لئے یہ ایک زبردست منہاج فراہم کرتا ہے۔

فقہ حنفی کی جامعیت

فقہ حنفی کے بانی اور مؤسس امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے دور میں کبار شیوخ سے استفادہ کیا۔ چنانچہ کوفہ کا علمی مرکز سیدنا علی اور سیدنا ابن مسعود کا علمی امین تھا۔ جہاں سے آپ نے علمی تفکلی کو سیراب کیا۔ اسی طرح آپ نے نافع مولیٰ بن عمر سے استفادہ کیا۔ اور مکہ میں عطاء بن ابی

رباح جو عبداللہ بن عباس کے علمی امین تھے، ان سے آپ نے استفادہ کیا۔ چنانچہ کبار صحابہ کرام اور اہم علمی مراکز سے اخذ علم کے بعد آپ نے استنباط احکام کا کام شروع کیا۔⁷

اصحاب ابو حنیفہؒ کا تعارف

فقہ حنفی کے ارتقاء میں امام صاحبؒ کے اصحاب اور تلامذہ کا بھی بڑا کردار رہا ہے۔ آپؒ نے ایک علمی مجلس قائم کی۔ جس کے اراکین میں سے آپؒ کے تلمیذ رشید قاضی القضاة امام ابو یوسفؒ سرفہرست ہیں۔

1: یعقوب بن ابراہیمؒ

امام ابو یوسفؒ کا نام یعقوب بن ابراہیم ہے، آپ نے 182 ہجری میں وفات پائی۔ علمی طور پر آپ نے ابن ابی لیلیٰ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ سے استفادہ کیا۔⁸

2: محمد بن الحسن الشیبانیؒ

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ امام اعظمؒ کے وہ مایہ ناز شاگرد ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کی بنیادی کتب تحریر کی ہیں، اور اس کے نشوونما میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ آپ کی تاریخ وفات 187 ہجری ہیں۔⁹

3: ابو الہذیل زفر بن الہذیل العنبریؒ

امام صاحب کے اصحاب میں سے ایک امام زفر ہیں جن کا پورا نام ابو الہذیل زفر بن الہذیل العنبری ہے۔ آپ 110 ہجری کو پیدا ہوئے اور 158 ہجری کو وفات پا گئے۔ ابتداء میں آپ پر حدیث کا غلبہ تھا اور پھر فقہ کی طرف مائل ہوئے¹⁰۔

ان فقہاء کرام کے علاوہ اور بہت سارے اصحاب امام اعظمؒ کے علمی مجالس کے ارکان اور آپ کے شاگرد تھے لیکن جو شہرت اور علمی مقام ان دو حضرات کو حاصل ہوا کسی اور کو حاصل نہیں

ہوا۔ امام صاحب کے شاگردوں میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو صاحبین کہا جاتا ہے، جبکہ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں شیخین اور امام محمدؒ و امام اعظمؒ دونوں طرفین کہلاتے ہیں۔ جہاں تک امام محمدؒ کا تعلق ہے تو آپ نے کتب ظاہر الروایہ لکھیں، جو اصول ستہ بھی کہلاتی ہیں، اس کے علاوہ کتب النوادر بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج اور کتاب الاثار اپنے علمی تراث میں یادگار چھوڑی ہیں۔

ریاست اور قضاء، محکمہ قضاء ریاست کے ستونوں میں سے ایک اہم ستون اور شعبہ ہے جس کا تعلق سماج سے ہے۔ اسی طرح امام ابو یوسف قاضی القضاۃ رہے۔ جس کی وجہ سے فقہ حنفی ریاستی سطح پر بھی رائج رہی اور پذیرائی ملی۔ جس طرح بعد کے ادوار میں بطور خصوصی خلافت عثمانیہ میں ریاستی قانون کے طور پر فقہ حنفی کو پذیرائی ملی۔

فقہ حنفی کے اصول اجتہاد

اجتہاد اور استنباط احکام کے بارے میں امام اعظمؒ کے بنیادی اصول جس کی توضیح آپ نے خود فرمائی ہے کہ جب میں کسی مسئلے کا حکم دیکھنا چاہوں تو سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر ان دو مصادر میں نہ پاؤں تو اقوال صحابہ میں سے جس کو چاہوں اختیار کرتا ہوں۔¹¹

اس عبارت سے جو اصول مترشح ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ احناف کے ہاں سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ ﷺ اور پھر قول صحابی کو استنباط احکام میں فوقیت حاصل ہے، اسی طرح اجماع اور قیاس بھی ان کے ہاں مسلم مصادر میں شامل ہیں۔

خبر واحد کی حجیت اور شرائط

جہاں تک خبر واحد کی حجیت کا تعلق ہے تو احناف کے ہاں وہ علم یقینی کا مصدر تو نہیں البتہ ظنیات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے موجب علم یقینی تو نہیں البتہ موجب عمل ہے۔¹² اسی طرح

امام ابو بکر جصاصؓ فرماتے ہیں، کہ خبر واحد کے باب میں اصل ہمارے ہاں یہ ہے کہ یہ استنباط احکام میں حجت ہیں¹³

یہی وجہ ہے کہ خبر واحد کا منکر اگر کسی تاویل کی بنیاد پر انکار کرے تو وہ کافر نہیں ہوتا البتہ اگر تاویل کے بغیر انکار ہو تو گمراہ کھلائے گا¹⁴۔

لیکن خبر واحد کی حجیت کے لئے جو شرائط رکھی گئی ہیں امام ابو زہرہ اس کے بارے میں رقم طراز ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے سے اقویٰ دلیل کے معارض نہ ہو۔ اسی طرح اجماع اور عمل صحابہ کے مخالف بھی نہ ہو اور اس کا تعلق ان امور سے نہ ہو جو عام طور اعلانیہ نظر آتے ہو اور راوی کا اپنا عمل اس کے مخالف نہ ہو۔ اگر روایت بالمعنی ہو تو راوی فقیہ ہونا چاہئے، اس لئے فقیہ راوی کی روایت کو غیر فقیہ پر ترجیح دی جائے گی¹⁵۔

حدیث مرسل کی حجیت

مراسیل کی حجیت کے بارے میں ابو بکر جصاصؓ کی تصریح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب صحابہ اور تابعینؓ کے مراسیل کو حجت مانتے ہیں۔ اور میرے نزدیک تبع تابعین کی مرسل روایات بھی حجت ہیں۔ بشرطیکہ ارسال کسی ثقہ راوی کی طرف سے ہو اور یہ متعین ہو جائے کہ راوی ثقہ ہے¹⁶۔

قول صحابی کی حجیت

اقوال صحابہ میں سے وہ قول جو مدرک بالقیاس نہ ہو تو وہ حجت ہے۔ البتہ اگر مدرک بالقیاس ہو تو جمہور احناف کے ہاں وہ بھی حجت ہے جبکہ بعض اس کی عدم حجیت کی طرف گئے ہیں

17 -

استحسان کی حجیت

اسی طرح احناف کے ہاں ایک مصدر استحسان ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیاس ظاہری کو چھوڑ کر قیاس خفی کو کسی اقویٰ وجہ کی بناء پر اختیار کیا جائے¹⁸۔

شرايع من قبلنا كى حجيت

وہ شرايع جو شريعت محمدية ﷺ سے پہلے گزر چكى هيں ان كا اتباع لازمى هے يا نهیں؟ اس بارے ميں احناف كا موقف يه هے كه اكر وه منسوخ هوى هيں تو اس صورت ميں ان پر عمل نهیں كيا جائے گا، كيونكه نسخ رفع حكم كو مستلزم هے۔ البته اكر اس كے بارے شريعت اسلاميه نے منسوخ هونے كا حكم نه ديا هو تو اس كا اتباع لازمى هے۔ صاحب تلويح نے اس كى صراحت كى هے كه وَمَا بَقِيَ لَزِمْنَا الْإِتِّبَاعَ عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةٌ لِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ¹⁹

منسوخ احكام كے علاوه جو احكام ره گئے ان كا اتباع لازمى هے اور وه بمنزله شريعت محمدى كے هے كيونكه شريعت محمدى اسے منسوخ نه كرنا اس بات كى دليل هے كه اس كى توثيق كى گئى هے اور اس كے حكم كو برقرار ركها گيا هے۔ ليكن اس كے لئے شرط يه هے كه ان احكام كى صراحت نصوص شرعيه ميں موجود هو، چنانچه امام سرخسى نے اس كى توضيح اس طرح كى هے،

وَأَصْحَ الْأَقَاوِيلِ عِنْدَنَا أَنَّ مَا ثَبَتَ بِكِتَابِ اللَّهِ أَنَّهُ كَانَ شَرِيعَةً مِنْ قَبْلِنَا أَوْ يَبِينُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِهِ عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةٌ لِنَبِيِّنَا عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَظْهَرَ نَاسِخُهُ²⁰

اس بارے اصح قول احناف كے هاں يه هے كه جو كتاب اللہ اور سنت سے ثابت هو كه يه احكام هم سے ما قبل شرايع كا حصه تھے تو هم اس پر عمل كريں گے جب تك اس كا منسوخ هونا واضح نه هو جائے۔

فقہ مالكى

فقہ مالکی کی نسبت امام مالک بن انسؒ کی طرف کی جاتی ہے۔ آپؒ پورا نام مالک بن انس بن مالک بن عامر الانصہبی المدنی ہیں جن کی تاریخ وفات 179 ہجری ہے۔ آپؒ کی تاریخ پیدائش 93 ہجری ہے۔²¹

آپ کے شیوخ میں سے نافع، وسعید المقبری، وعامر بن عبد اللہ بن الزبیر، وابن المنکدر، والزہری، وعبد اللہ بن دینار، إسحاق بن عبد اللہ بن ابي طلحة، أيوب بن ابي تيممة السخيتاني عالم البصرة، أيوب بن حبيب الجهني مؤلف سعة بن مالك، إبراهيم بن عتبة، إسماعيل بن ابي حكيم، إسماعيل بن محمد بن سعد، نوز بن زبد الدلي، جعفر بن محمد حميد الطويل، حميد بن قيس الأعرج، حبيب بن عبد الرحمن، داود بن الحصين، داود أبو ليلى بن عبد الله في القسامة، ربيعة الرأي، زيد بن أسلم، زيد بن رباح، زياد بن سعد، زيد بن أبي أنيسة، سالم أبو النضر وغيره ہیں۔²²

آپ کے تلامذہ میں عبد الرحمن بن مہدی وشعبہ بن الحجاج والقعني وعبد الله بن يوسف وعبد الله بن المبارك ويحيى بن سعيد القطان ومعن بن عيسى وغيره شامل ہیں۔²³

آپ امام دارالہجرۃ کہلاتے تھے۔ اور حب رسول اللہ ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپؒ ساری زندگی مدینہ ہی میں گزارے، روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر آپؒ احادیث مبارکہ کا درس دیا کرتے تھے۔

امام مالکؒ مجتہد مطلق کے درجے پر فائز تھے۔ اللہ نے آپؒ کو علمی کمالات سے نوازا رکھا تھا۔ اور ایک پورا فقہی مکتبہ فکر آپؒ کی طرف منسوب ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر کے حلقہ درس کی کڑیوں کے ساتھ آپؒ کی وابستگی رہی اور نافع مولیٰ بن عمر سے حدیث اخذ کی۔ چنانچہ آپؒ مدینہ کے فقہی ورثہ کے امین ٹھہرے۔

آپؒ کی کتاب الموطا م حدیث اور فقہ دونوں کے میدان میں نہایت وقیع کتاب سمجھی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ فقہی منہج پر لکھی گئی منقولہ روایات پر مشتمل ہے۔

المدونۃ الکبریٰ خالص فقہی کتاب ہے، جو ان فروعاً پر مشتمل ہیں جن کے بارے میں امام مالکؒ نے خود فتویٰ دیا ہے، یا جو امام مالکؒ کے اصول کی بنیاد پر عبدالرحمن بن قاسم نے اخذ کئے ہیں۔

اصحاب امام مالک

1: عبداللہ بن وہبؒ

عبداللہ بن وہبؒ مصر سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ امام مالک کے ساتھ بیس سال تک رہے آپ نے الموطا الکبیر اور الموطا الصغیر لکھیں، آپ کی تاریخ پیدائش 124 ہجری جبکہ تاریخ وفات 197 ہجری ہے۔ امام مالکؒ آپ کو امام کہا کرتے تھے، آپ کی طرف خطوط میں خطاب عبداللہ بن وہب المفتی کے ساتھ کرتے تھے۔ جس سے آپ کے علمی پائے کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ کہ امام دارالہجرہ آپ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور مفتی کے منصب کے لئے آپ کی اہلیت کی گواہی دیتے تھے۔²⁴

2: عبدالرحمن بن قاسمؒ

آپ کا نام عبدالرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادۃ العتقی المصری، ابو عبداللہ، و يعرف بابن القاسم (المتوفی: 191ھ) ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش 127 ہجری اور ایک روایت کے مطابق 131 ہجری ہے جبکہ تاریخ 191 ہجری ہے۔ آپ امام مالک کے مشہور اصحاب میں سے ہے۔ امام حاکم، ابن حبان اور خطیب بغدادی نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ امام مالک کے اصول پر آپ نے فروعی مسائل کا استنباط کیا²⁵۔

امام ابن القاسم نے علمی استفادہ امام مالک سے کیا اور ان کے اجل اصحاب میں شمار ہوئے اور ان کے علاوہ سبکر بن مضرب، سعد بن عبداللہ المعافری، سفیان بن عیینہ، سلیمان بن القاسم الیاسکندرانی الزاہد، یزید بن عبدالملک النوفلی بھی ہیں²⁶۔

ان دو حضرات نے فقہ مالکی کی تدوین اور نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اشب بن عبدالعزیز

مذکورہ بالا دونوں حضرات کے علاوہ اشب بن عبدالعزیزؒ بھی فقہ مالکی کے اہم فقہیہ گزرے ہیں، آپ نے امام مالک سے براہ راست استفادہ کیا، مصر میں 140 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں سخون مالکی، عبدالملک بن حبیب جیسے نابغہ روزگار ہستیاں شامل ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مصر نے اشب سے بڑھ کر فقیہ پیدا نہیں کیا اگر وہ غصیلے نہ ہوتے، آپ کی تاریخ وفات 204 ہجری ہے²⁷۔

فقہ مالکی کے اصول اجتہاد

امام مالکؒ کے اصول اجتہاد میں بھی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سب سے مقدم ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں شاہ ولی اللہ کی رائے یہ ہے۔ کہ فقہ مالکی میں کتاب اللہ کے بعد سب سے مقدم درجہ سنت نبوی ﷺ کو حاصل ہے چاہے متصل ہو یا مرسل ہو۔ اس کے بعد حضرت عمر کے فیصلے، اس کے بعد عبداللہ بن عمر کے فتاویٰ، اس کے بعد دوسرے مدنی صحابہ کے فتاویٰ کا درجہ ہیں۔ اس کے بعد مدینہ کے مشہور اصحاب افتاء سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، قاسم، سالم، سلیمان بن یسار، ابو سلمہ، ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث، ابو بکر بن عمرو بن حزم، اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فتاویٰ کو اہمیت حاصل ہیں²⁸۔

امام ابن العربیؒ نے ترتیب اولہ شرعیہ کچھ یوں ذکر کی ہے،

پہلے کتاب اللہ میں تلاش کرے اگر اس میں نہ پائے تو سنت رسول ﷺ میں طلب کرے اگر اس میں بھی کوئی حل نہ مل سکے تو مسائل صحابہ اور قضایا تابعینؒ میں ڈھونڈھنا چاہیے خواہ وہ اجماعی ہو یا اختلافی ہو²⁹۔

حدیث مرسل کی حجیت

معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے مالکیہ کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے۔ چنانچہ مراسیل کے بارے میں الاشارة میں تصریح ہے کہ

"ومذهب مالك -رحمه الله- قبول الخبر المرسل إذا كان مرسله عدلاً عارفاً بما أرسل، كما يقبل المسند، وقد احتج به في مواضع كثيرة حيث أرسل الخبر في اليمين مع الشاهد، وعمل به" ³⁰۔

اور مراسیل کے قبول ہونے کی بابت امام مالک رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ مرسل روایت قابل قبول ہے بشرط یہ کہ اس کا ارسال کرنے والا عادل ہو اور اپنی روایت کو جانتا ہو تو مسند کی طرح مرسل بھی مقبول ہوگی۔ چنانچہ مالکی مذہب میں بہت سارے مسائل کی بنیاد مرسل روایات ہیں، اس کی ایک مثال ایک گواہ کے ساتھ قسم کا مسئلہ ہے جس میں امام مالکؒ اس کے قائل ہے جبکہ اس سے متعلق روایت مرسل ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں مرسل کی قبولیت دو شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے: ایک راوی کا عادل ہونا ہے اور دوسرا فہم روایت ہے۔ کیونکہ جب خبر کا انحصار ایک شخص پر ہو تو عدالت کا ہونا ضروری امر ٹھہر جاتا ہے جبکہ فہم روایت کی صلاحیت اس کے اخذ میں غلطی کے امکان کو ختم کر دیتا ہے، اس لئے ان دو شرائط کا وجود لازمی قرار دیا گیا ہے۔

خبر واحد کی حجیت

خبر واحد کی حجیت کے لئے مالکیہ نے جو شروط بیان کی ہے ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اہل مدینہ کے تعامل کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ ان کے ہاں تعامل اہل مدینہ تو اتر کے درجے میں ہے اس لئے اسے مقدم رکھا جاتا ہے، بہ نسبت خبر واحد کے کیونکہ متواتر اس پر مقدم ہے ³¹۔

خبر واحد کے مفید علم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ یہ مفید علم یقینی نہیں البتہ موجب عمل ہے، اس بارے میں الموصول میں اس کی توضیح کی گئی ہے کہ

"وأما الثَّانِي الَّذِي يُوجِبُ الْعَمَلَ دُونَ الْعِلْمِ فَهُوَ خَبْرُ الْوَاحِدِ الْمُطْلَقِ" ³²

جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ موجب عمل ہے نہ کہ علم اور وہ مطلق خبر واحد ہے

شرائع من قبلنا کی حجیت

ما قبل شرائع کے بارے میں مالکیہ کا موقف بھی وہی ہے جو احناف اصولیین نے اختیار کیا

ہے چنانچہ اس بارے میں تصریح یہ ہے کہ

"والمختار عندنا أن العقل لا يحيل إيجاب اتباع أحكام شرع من قبلنا إذا لم يرد في

شرعنا ناسخ له" ³³

اور ہمارے ہاں مختار قول یہ ہے کہ ما قبل شرائع پر عمل عقلاً محال نہیں ہے جب تک کہ

ہماری شریعت میں اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو۔

دیگر ماخذ

مالکیہ کے ہاں دیگر مصادر کے بارے میں تصریح یہ کی گئی ہے کہ

"فَمِنْهُ تَرْكُ الدَّلِيلِ لِلْمَصْلَحَةِ وَمِنْهُ تَرْكُ الدَّلِيلِ لِلْعُرْفِ وَمِنْهُ تَرْكُ الدَّلِيلِ لِاجْتِمَاعِ أَهْلِ

الْمَدِينَةِ وَمِنْهُ تَرْكُ الدَّلِيلِ لِلتَّيْسِيرِ لِرَفْعِ الْمَشَقَّةِ وَإِثَارِ التَّوَسُّعَةِ عَلَى الْخَلْقِ" ³⁴

مصالح مرسلہ کی بنیاد پر عرف اور اجماع اہل مدینہ کی بنیاد پر استنباط احکام میں دلیل کو

ترک کرنا ہے اسی طرح یسر کے لئے دفع مشقت ہے تاکہ مخلوق خدا کے لئے وسعت پیدا ہو جائے

اور انہیں تنگی سے بچایا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام مالک کے استنباط احکام کے مصادر میں سے کتاب اللہ، سنت

رسول اللہ ﷺ، تعامل اہل مدینہ، اجماع، قیاس، مصالح مرسلہ اور شرائع من قبلنا شامل ہیں۔

تقابلی جائزہ

فقہائے احناف اور مالکیہ کے ہاں اجتہاد و استنباط کے اصولوں میں بہت ساری چیزیں مشترک ہیں، جب کہ بعض میں اختلاف ہے چنانچہ ان دونوں مکاتب فقہ کے ہاں بنیادی متفق علیہ مصادر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں

مرا سیل کی حجیت کے بارے میں فقہائے احناف اور مالکیہ دونوں کا اتفاق ہے، کیونکہ احناف کے ہاں تابعین اور تبع تابعین کے مرا سیل حجت ہے، بلکہ امام ابو بکر جصاص کی رائے کے مطابق ثقہ راوی کا ارسال قابل قبول ہے یہی شرط مالکیہ کے ہاں بھی ہے کہ عادل راوی اگر ارسال کرے تو وہ ان کے ہاں حجت اور قابل استدلال ہے اس لئے دونوں کا موقف ایک ہی ہے یعنی مرا سیل قابل احتجاج ہے۔

اسی طرح مالکیہ کے ہاں شرائع من قبلنا کی حجیت اس وقت مسلم ہوگی جب شریعت اسلامیہ نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح نہ کی ہو بعینہ یہی موقف حنفی اصولیین کا بھی ہے۔

جہاں تک اجماع اہل مدینہ کا تعلق ہے تو اس حوالے سے احناف کا موقف مالکیہ کے برعکس ہے۔ اور احناف اہل مدینہ کے اجماع کو حجت ماننے کے لئے تیار نہیں چنانچہ امام ابو بکر جصاص اس حوالے سے رقمطراز ہے کہ

"أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَسَائِرُ النَّاسِ غَيْرُهُمْ فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ، وَلَيْسَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرِيَّةٌ عَلَيْهِمْ فِي لُزُومِ اتِّبَاعِهِمْ."³⁵

اہل مدینہ اور باقی لوگوں کا اجماع ایک ہی حکم میں ہے اور اہل مدینہ کو اس بابت کوئی خصوصیت حاصل نہیں کہ ان کے اجماع کا اتباع لازمی گردانا جائے۔ اسی سے آگے چل کر اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"أَنَّ جَمِيعَ الْأَيِّ الدَّالَّةِ عَلَى صِحَّةِ حُجَّةِ الْإِجْمَاعِ لَيْسَ فِيهَا تَخْصِصٌ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
بِهَا مِنْ غَيْرِهِمْ" 36

جو دلائل اجماع کی حجیت سے متعلق ہے ان میں اہل مدینہ کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اسی
لئے اسے خاص طور پر الگ حجت نہیں مانا جاسکتا۔

اسی طرح استحسان اور مالکیہ کے ہاں مصالح مرسلہ تقریباً قریب المعنی ہے۔ بلکہ مشہور
مالکی اصولی علامہ ابن العربی کے بقول

"وَقَدْ تَتَّبَعْنَا فِي مَذْهَبِنَا وَأَلْفِينَاهُ أَيُّضًا مَنْقَسِمًا أَقْسَامًا فَمِنْهُ تَرَكَ الدَّلِيلَ
لِلْمَصْلَحَةِ" 37

مالکیہ نے استحسان کو بطور مصدر اپنے مذہب میں استعمال کیا ہے اور اسے مختلف اقسام
میں تقسیم کیا ہے چنانچہ ان میں سے ایک مصلحت ہے۔

ابن العربی نے استحسان کی اقسام میں سے عرف، اجماع اہل مدینہ، مصالح مرسلہ، اور
تیسیر کے پہلو کو شمار کیا ہے 38۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احناف اور مالکیہ دونوں استحسان
کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ تصور میں کسی حد تک تفاوت ہے، کیونکہ مالکیہ نے اس کے تصور
میں وسعت پیدا کر کے دوسرے مستقل مصادر بھی اس میں شامل کئے ہیں۔

قول صحابی کے متعلق احناف اور مالکیہ کا موقف ایک ہی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ مالکیہ اس
کی درجہ بندی کرتے ہیں جبکہ احناف نے اس کی حجیت کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ خلاف قیاس ہو
۔ جبکہ جمہور احناف یہ شرط نہیں لگاتے۔

نتائج بحث

مند کورہ بالا بحث سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں ان میں سے

1: احناف اور مالکیہ کے اصول اجتہاد میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو سب پر مقدم رکھتے ہیں۔

2: اجماع اہل مدینہ یا تعامل اہل مدینہ، عرف اور مصالح کو مالکیہ استحسان کی اقسام شمار کرتے ہیں جبکہ احناف کے ہاں استحسان ایک مستقل مصدر ہے اور عرف و مصالح الگ مستقل مصادر شمار ہوتے ہیں، اور مالکیہ کے برعکس احناف اجماع و تعامل اہل مدینہ کو مصدر نہیں مانتے۔

3: قول صحابی جمہور احناف کے نزدیک مطلقاً حجت ہے اور مالکیہ بھی اسے حجت تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں درجہ بندی کرتے ہیں۔

4: مالکیہ اور احناف کے اصول اجتہاد میں زیادہ فرق نہیں ہے۔

مصادر ومراجع

- 1: اخبار ابي حنيفة واصحابه ، حسين بن علي الصيمري ، ص 15-16 عالم الكتب بيروت سنة النشر 1405هـ - 1985م
- 2: سير اعلام النبلاء ، محمد بن احمد ، ج 11 ص 474 مؤسسه الرسالة بدون تاريخ
- 3: اخبار ابي حنيفة واصحابه ، حسين بن علي الصيمري ، ص 91
- 4: ايضا ص 184
- 5: ابوحنيفة، حياته ، وعصره ، محمد ابو زهره ، ص 29 دارلفكر العربي
- 6: ايضا ص 87
- 7: ايضا ص 75
- 8: الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية - عبد القادر بن ابي الوفاء ج 2 ص 220 مير محمد كتب خانه كراتشي بدون تاريخ
- 9: ايضا ص 239 ج 1
- 10: الفهرست محمد بن اسحاق ابن نديم ، ص 202 دار المعرفة بيروت 1398 - 1978
- 11: الانتقاء في فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، يوسف بن عبد البر ، ص 142 دارالكتب العلمية بدون تاريخ
- 12: خلاصة الافكار شرح المنار ، قاسم بن قطلوبغا ، ص 130 دار ابن حزم الطبعة: الأولى ، 1424 هـ - 2003 م

- 13: الفصول في الاصول ، احمد بن علي ، ج 3 ص 129 وزارت الاوقاف والشؤون 1405هـ-1985م
- 14: اصول السرخسي ، محمد بن احمد السرخسي ، ج 1 ص 112 دارالمعرفة بيروت بدون تاريخ¹⁴
- 15: ابوحنيفة، حياته، وعصره، محمد ابو زهره، ص 325
- 16: ايضا ص 145 ج 3
- 17: كشف الاسرار في اصول البزدوى ، عبدالعزيز البخارى، ج 3 ص 323 دارالكتب العلمية بيروت 1418هـ/1997م
- 18: كشف الاسرار ، عبدالعزيز البخارى، ج 4 ص 4
- 19: التلويح شرح التوضيح ، مسعود بن عمر التفتازانى ، ج 2 ص 32 مكتبة صبيح مصر بدون تاريخ
- 20: اصول السرخسي ، محمد بن احمد السرخسي ، ج 2 ص 99 دارالمعرفة بيروت
- 21: سير اعلام النبلاء ، محمد بن احمد الذهبي ، ج 15 ص 45 مؤسسة الرساله
- 22: ايضا
- 23 : موسوعة مواقف السلف في العقيدة والمنهج والتربية: محمد بن عبد الرحمن المغراوي ج 3 ص 1 المكتبة الإسلامية للنشر بدون التاريخ
- 24: وفيات الاعيان ، احمد بن محمد بن خلكان ، ج 3 ص 36 دار صادر بيروت والطبعة 1 : 1994
- 25: مغاني الأخيار في شرح أسامي رجال معاني الآثار ، محمود بن أحمد العيني ، ج 2 ص 206 دارالكتب العلمية بيروت 1427 هـ - 2006 م

- 26: ايضا و تهذيب التهذيب ، احمد بن على العسقلانى ، ج 6 ص 253 دائرة المعارف النظامية 1326هـ
- 27: سير اعلام النبلاء احمد بن محمد ، ج 18 ص 31
- 28: المسوى بحواله فقه اسلامى كى تدوين و تعارف ، ص 237
- 29: المحصول محمد بن عبدالله بن العربى 135 دارالبيارق عمان 1420هـ-1999م
- 30: الاشارة سيلمان بن خلف الباجى ، ص 27 دارالكتب العلميه بيروت لبنان 1424 هـ - 2003 م
- 31: الوجيز فى اصول الفقه ، محمد مصطفى الزحيلي ، ج 1 ص 215 دارالخير للطباعة 1427 هـ - 2006 م
- 32: المحصول فى اصول الفقه ، محمد بن عبد الله ابوبكر بن العربى المعافرى ، ص 115 دار البيارق عمان
- 33: البرهان ، عبد الملك بن عبدالله الجوينى ج 1 ص 189 دارالكتب العلميه بيروت 1418هـ
- 34: المحصول ، محمد بن عبد الله بن العربى ، ص 131
- 35: الفصول فى الاصول ، ابوبكر الجصاص ج 3 ص 321
- 36: ايضا
- 37: المحصول محمد بن عبد الله بن العربى - 13
- 37 : ايضا